بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

واقعۂ کربلا۔ تاریخ کے آئینے میں

(ماخوذ از: ماہنامہ مجلہ طوبیٰ، شمارہ مارچ ۲۰۰۳ء)

تحریر: محمد ایوب سلفی
نظر ثانی: ابوعدنان محمد منیر قمر حفظہ اللہ
تاریخ کے جھروکوں سے
کمپوزنگ: شاہد ستار

محرم الحرام کا مہینہ آتے ہی جابجا ماتمی مجلسیں آراستہ ہونے لگتی ہیں اور طرح طرح کی بدعات و خرافات کا سیلاب لَد پڑتا ہے۔ واعظین اور خطباء شہادتِ حسین کے نام پر لوگوں کے جذبات اس قدر برانگیختہ کر دیتے ہیں کہ وہ صحابۂ کرام اور تابعینِ عظام جیسے نفوس قدسیہ پر بھی زبان طعن دراز کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کرتے۔

بلا شبہ سانحۂ کربلا مسلمانوں کے لیئے ایسا الم انگیز واقعہ ہے کہ اس نے اسلام کی چولیں ہلا ڈالیں اور اسی کی وجہ سے مسلمانوں میں کتنے فتنے پیدا ہوئے۔ کربلا کے جو واقعات اور قصے بیان کئے جاتے ہیں ان میں زیادہ تر صحیح نہیں ہیں۔ ان کے بیان میں بہت ساری سچائیوں پر پردہ ڈال کر من گھڑت قصوں اور افسانوں کا سہارا لیا گیا ہے۔ خاص طور سے شیعوں نے اس سلسلے میں وہ گل افشانیاں کی ہیں کہ الامان والحفیظ۔ ان قصوں، افسانوں اور کہانیوں کے ذریعے اسلامی تاریخ میں بے سرو پا کی باتیں داخل کر دی گئی ہیں جو مسلمانوں میں فتنوں کا سبب بن گئیں۔ اس بات کا اعتراف بعض حقیقت پسند شیعہ مؤلفین نے بھی کیا ہے۔ چنانچہ ایک شیعہ مؤلف جناب شاکر حسین صاحب لکھتے ہیں۔ ”واقعۂ کربلا کے بارے میں صدہا باتیں گھڑی گئی ہیں ان واقعات کی تدوین عرصۂ دراز کے بعد ہوئی، رفتہ رفتہ اختلاف کی اس قدر کثرت ہوگئی کہ سچ کو جھوٹ سے اور جھوٹ کو سچ سے الگ کرنا مشکل ہوگیا۔“ ۱

نیز واقعاتِ کربلا کو بیان کرنے والے اکثر رواۃ جھوٹے، مجہول، غیر معتبر، غالی اور کٹر شیعہ ہیں، انہوں نے مبالغہ آرائیوں اور داستانوں سے بھرے ہوئے واقعات بیان کیئے اور بہت سی روایتیں خود گھڑی ہیں اور مؤرخین نے ان کو بلا تحقیق اور بلا کسی نقد و تبصرہ نقل کیا۔ یہی وجہ ہے کہ واقعات کربلا کی اصل حقیقت سے مسلمانوں کا ایک بڑا طبقہ ناواقف رہ گیا اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت یزیدؒ کے سلسلے میں طرح طرح کی غلط فہمیوں کا شکار ہوگیا۔ واقعاتِ کربلا کے بیان میں تاریخ کی کتابوں میں اتنا تضاد ہے کہ ان میں واقعہ کی صحیح نوعیت کی پہچان بڑا مشکل امر ہے اور کونسی روایت صحیح ہے اور کونسی غلط ہے اس کی تمیز کرنا بھی کوئی آسان کام نہیں رہا ہے۔ ذیل میں واقعۂ کربلا کو اسلامی تاریخ، آئمہ رجال کی کُتب اور حقیقت پسند مؤلفین اور اعتدال کے خوگر مؤرخین اور آئمہ کی تحریروں کی روشنی میں مختصر انداز میں پیش کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ واضح ہو کہ اس تحریر میں تاریخ کی وہ روایتیں لینے کی کوشش کی گئی ہیں جن پر اکثر مؤرخین متفق ہیں۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنی وفات سے چار سال پہلے ۵۶ھ میں اپنے بیٹے یزیدؒ کو اپنا ولی عہد مقرر کیا۔ جو چند ممتاز صحابہ حضرت یزیدؒ کی خلافت کے مخالف تھے ان میں سے ہی حضرت حسین رضی اللہ عنہ بھی تھے ۶۰ھ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد حضرت یزیدؒ جب خلیفہ ہوئے تو انہوں نے سب سے پہلے ان لوگوں کی طرف اپنی توجہ مبذول کی جو لوگ آپ کی بیعت کے مخالف تھے۔ چنانچہ انہوں نے والیٔ مدینہ ولید بن عتبہ بن ابی سفیان کو لکھا کہ جن لوگوں نے ابھی تک بیعت نہیں کی ہے ان لوگوں کو اپنے یہاں طلب کر کے بغیر مہلت دیئے ہوئے ان سے بیعت لے لو۔ ولید نے سب سے پہلے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ان کو حضرت یزیدؒ کا خط دکھایا اور بیعت کی درخواست کی، تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”مجھ جیسا آدمی خفیہ بیعت نہیں کیا کرتا اور میں سمجھتا ہوں کہ مجھ جیسے سے سِرّی بیعت کو تم لوگ کافی بھی نہیں سمجھو گے، جب سب لوگوں سے بیعت کے لئے بیٹھو گے تو مجھ کو بھی بلا کر بیعت لے لینا“۔ ولید جو عافیت پسند تھا اس نے کہا ٹھیک ہے، اللہ کے نام پر آپ جایئے اور پھر لوگوں کے ساتھ آجایئے گا۔“ ۲

حضرت ولید نے آپ کو رخصت دے دی اور آپ اسی رات ۲۷ یا ۲۸ رجب ۶۰ھ اتوار کو مکہ کے لئے روانہ ہوگئے۔ (۳) مکہ میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ بغیر بیعت کئے تقریباً چار ماہ سے زیادہ عرصہ رہے۔ اس مدت میں اہل کوفہ کی طرف سے تحریروں اور ان کے وفود آتے رہے اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو یقین دلاتے رہے کہ اہلِ کوفہ یزید کی خلافت سے راضی نہیں ہیں، وہ آپ کے علاوہ کسی کو خلیفہ تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے پاس ان کی جلی کے تقریباً ڈیڑھ سو خطوط پہنچ چکے جو نمایاں اور سرکردہ لوگوں کے دستخط کے ساتھ تھے، تو انہوں نے جواب میں لکھا کہ ”تمہارے مقصد سے میں آگاہ ہوا، اپنے بھائی مسلم بن عقیل کو جو میرے معتمد خاص ہیں تمہارے پاس بھیج رہا ہوں تا کہ وہ تمہارے حالات سے مجھے باخبر کریں، اگر انہوں نے یہ لکھا کہ کوفہ کے رؤساء اور اہل الرائے میری امامت کے خواہاں ہیں تو آجاؤں گا، حقیقت یہ ہے کہ امام وہی ہے جو کتاب اللہ پر عمل کرے اور عدل و انصاف پر قائم رہے۔“ ۴

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے چچازاد بھائی مسلم بن عقیل کو حالات کا جائزہ لینے کے لئے کوفہ روانہ کردیا اور ہدایت کی کہ ایسے راستے سے جاؤ کہ کسی کو علم نہ ہو سکے اور وہاں پہنچ کر دیکھنا کہ لوگ میری امامت پر متفق ہیں یا نہیں اور جو کچھ انہوں نے لکھا ہے اس پر قائم ہیں یا نہیں؟ مسلم بن عقیل کوفہ پہونچے اور خفیہ طور سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے لئے بیعت لینے لگے۔ لوگ ان کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے لئے ٹوٹ پڑے۔ تاریخی روایتوں کے مطابق تقریباً اٹھارہ ہزار لوگوں نے بیعت کی، انہوں نے یہ صورتِ حال دیکھ کر فوراً حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ آپ جتنا جلد ہو سکے کوفہ تشریف لے آئیں، آپ کے لیئے زمین بالکل ہموار ہے۔

صحیح دینی معلومات کے لئے ”توحید پبلیکیشنز“ کی مطبوعات کا مطالعہ کیجئے

ادھر مسلم بن عقیل کی سرگرمیاں زیادہ دنوں تک مخفی نہ رہ سکیں۔ حضرت نعمان بن بشیرؓ جو انصارِ مدینہ میں سے تھے اور حضرت معاویہؓ ہی کے وقت سے کوفہ کے گورنر چلے آ رہے تھے، جب ان کو مسلم بن عقیل کی حضرت حسینؓ کے لیئے خفیہ بیعت لینے کی سرگرمیوں کی خبر ملی تو انہوں نے لوگوں کو مسجد میں جمع کیا اور تقریر کی "اے لوگو! فتنہ آرائی اور تفرقہ بازی میں مت پڑو، اس میں ناحق جانیں جاتی ہیں، خون بہتا ہے اور مال چھینے جاتے ہیں، میری پالیسی اس بارے میں سن لو جب تک مجھ پر حملہ نہیں ہوگا میں کسی پر حملہ نہیں کروں گا، نہ تمہیں برا بھلا کہوں گا نہ شبہے اور تہمت میں پکڑوں گا۔ لیکن اگر تم نے اپنے ارادوں کو عمل جامہ پہنچایا، بیعت توڑی اور یزید کے خلاف کھڑے ہوئے تو قسم ہے اللہ کی! میں تم پر تب تک تلوار چلاؤں گا، جب تک میرا ہاتھ اس کے قبضے پر رہے، چاہے تم میں سے کوئی بھی میرا ساتھ دینے والا نہ ہو، ویسے مجھے امید ہے کہ تم میں وہ لوگ زیادہ ہوں گے جو حق کو پہچانتے ہیں بہ نسبت ان لوگوں کے جو باطل کے لئے حق کا نام لیتے ہیں۔ (۵)

عبداللہ بن مسلم حضرمی نامی ایک شخص جو بنی امیہ کے حلیفوں میں سے تھا اس نے گورنر کی یہ تقریر سن کر کہا کہ یہ مناسب پالیسی نہیں ہے بلکہ یہ زم پالیسی ہے۔ لیکن پھر بھی نعمان بن بشیرؓ نے اپنی اس پالیسی کو تبدیل نہیں کیا، بنی امیہ کے بہی خواہوں نے صورتِ حال یزید " کو لکھ بھیجی اور لکھا کہ "اگر تم نے کوفہ کے گورنر کو تبدیل نہیں کیا تو تمہیں کوفہ سے ہاتھ دھونے پڑیں گے۔"

یزید نے یہ صورتِ حال جان کر فوراً نعمان بن بشیرؓ کو معزول کر کے ان کی جگہ پر عبید اللہ بن زیاد کو بصرہ کے ساتھ کوفہ کا بھی گورنر بنا دیا اور اسے ہدایت کی کہ فوراً کوفہ پہنچ کر مسلم کو نکال دو یا قتل کرو۔ خلیفہ کا یہ حکم پا کر ابن زیاد کوفہ آیا اور اعلان کر دیا کہ "میں فرمانبرداروں پر مہربان ہوں اور فتنہ پردازوں کا دشمن، میری تلوار اور میرا کوڑا صرف اس کے لیئے ہے جو میرے حکم کی خلاف ورزی کرے گا۔ پس ہر آدمی اپنا بھلا برا سمجھ لے۔ پھر اس نے قبائل کے ذمہ داروں کو حکم دیا کہ کسی کے یہاں کوئی اجنبی یا خارجی یا مشکوک آدمی ٹھہرا ہوا ہو تو وہ فوراً اس کو پکڑ کر میرے پاس حاضر کرے، ہر شخص اپنے محلّہ کا ذمہ دار ہے، جس محلّہ میں کوئی باغی ملے گا اس محلّہ کے رئیس کو اس کے دروازے پر پھانسی دی جائے گی۔" (٦) مسلم بن عقیل کے کان میں جب یہ باتیں پڑیں تو اس وقت وہ مختار بن ابی عبید کے گھر میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ انہوں نے فوراً مکان تبدیل کر دیا اور ہانی بن عروہ کے گھر جا پہنچے، اس نے نہ چاہتے ہوئے بھی آپ کو اپنا مہمان بنا لیا، ہانی نے اس موقع پر جواب دیا تھا کہ "تم نے مجھے بڑی ہی مصیبت میں ڈال دیا اگر میرے احاطے کے اندر نہ آ گئے ہوتے تو میں کہتا کہ مجھے معاف کرو لیکن اب تو کچھ نہیں کہہ سکتا، آ جاؤ۔" (۷) کوفے کے ایسے بے وفا ماحول میں ابن زیاد جیسے چست و چالاک اور سخت گیر منتظم نے مسلم بن عقیلؒ کا پتہ لگا ہی لیا، اس نے ہانی کو بلوایا جو بڑی مشکل سے آنے کے لئے تیار ہوئے، جب وہ آ گئے تو ابن زیاد نے انہیں آڑے ہاتھوں لیا اور انہیں کافی سخت سُست کہا، ہانی نے اپنی صفائی دینی چاہی کہ میں نے مسلم کو اپنے گھر نہیں بلایا تھا بلکہ وہ خود ہی آ گئے تو میں انکار نہ کر سکا۔

ابن زیاد نے ہانی کو حکم دیا کہ تم فوراً اسے پکڑ کر میرے پاس حاضر کرو، وہ ابن زیاد کی یہ فرمائش پوری کرنے کے لئے تیار نہ ہوئے نتیجتاً ان کے ساتھ سختی کا معاملہ ہوا، ایسے نازک موڑ پر مسلم نے حضرت حسینؓ کے جانثاروں کو آواز دی تاکہ ان کو لے کر گورنر ہاؤس پر حملہ کر دیں لیکن بمشکل چار ہزار لوگ ہی جمع ہو سکے، ابن زیاد نے محض حسنِ تدبیر سے اس چار ہزار کی جمعیت کو آناً فاناً منتشر کر دیا، بالآخر حضرت مسلم پکڑے گئے۔ محمد بن اشعث نے ان کو گرفتار کیا اور دوسرے روز ۹ ذی الحجہ کو آپ کو قتل کر دیا گیا پھر یہی انجام ہانی کا بھی ہوا۔

مسلم بن عقیل نے اپنی موت سے قبل ایک تحریر لکھ کر محمد بن اشعث کو دے دی اور انہیں وصیّت کی کہ میرا یہ پیغام حضرت حسینؓ کو ضرور پہنچا دینا۔ اس پیغام میں یہ تھا کہ "یہاں میں گرفتار ہو چکا ہوں، آپ شاید چل بھی نہ پائیں کہ میرا قتل ہو جائے۔" "آپ کوفہ والوں پر بھروسہ نہ کریں، ان لوگوں نے آپ سے جھوٹ بولا تھا اور مجھ سے بھی جھوٹ ہی بولا اور یہ تو آپ کے والد کے وہ ساتھی ہیں جن کی وجہ سے وہ موت یا قتل کی تمنا کرنے لگے تھے۔" (۸)

ادھر حضرت حسینؓ کو مسلم کا وہ پیغام مل گیا جس میں تھا کہ "آپ جتنی جلدی ہو سکے کوفہ آ جائیے، یہاں آپ کے لیئے زمین بالکل ہموار ہے۔" یہ پیغام پا کر حضرت حسینؓ کوفہ روانہ ہونے کی تیاریاں کرنے لگے۔

واقعاتِ کربلا سے متعلق سب ہی تاریخوں میں ہے کہ حضرت حسینؓ جب کوفہ کے لئے روانہ ہونے کی تیاریاں کرنے لگے تو ان کے رشتہ داروں اور ہمدردوں نے انہیں روکنے کی پوری کوشش کی اور اس اقدام کے خطرناک نتائج سے ان کو آگاہ کیا، ان میں حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت ابو سعید خدری، حضرت ابو درداء، حضرت ابو واقد اللیثی، حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہم کے علاوہ حضرت حسینؓ کے بھائی محمد بن الحنفیہؓ نمایاں ہیں، کچھ لوگوں نے یہ بھی کہا کہ اگر آپ جا ہی رہے ہیں تو کم از کم اپنے بچوں کو لے کر نہ جائیں۔ آپ نے ان کے جواب میں نہ عزمِ سفر ملتوی کیا اور نہ اپنے اس موقف کی دلیل پیش کی؛ دراصل ان کے دل میں یہ بات تھی کہ اہلِ کوفہ ان کو مسلسل دعوت دے رہے ہیں، یقیناً وہاں جانا مفید ہوگا۔ ۸ ذی الحجہ یوم الترویہ کو آپ اپنے قافلہ کے ساتھ کوفہ کی سمت روانہ ہو گئے اور اسی دن کوفہ میں مسلم بن عقیل، ابنِ زیاد کے ہاتھوں گرفتار ہو رہے تھے۔

صحیح دینی معلومات کے لئے **"توحید پبلیکیشنز"** کی مطبوعات کا مطالعہ کیجئے

یہ بھی تمام تاریخوں میں آیا ہے کہ آپ جب مقامِ "زبالہ" پر پہنچے تو مسلم بن عقیل کے قتل کی خبر اور وہ پیغام بھی پہنچ گیا جس میں مسلم بن عقیل نے انہیں کوفہ آنے سے روکا تھا، اس المناک خبر کے سننے کے بعد اہل کوفہ پر آپ کا اعتماد متزلزل ہوگیا اور آپ نے واپسی کا عزم ظاہر کیا، لیکن حضرت مسلم کے بھائیوں نے یہ کہہ کر واپس ہونے سے انکار کردیا کہ ہم تو اپنے بھائی مسلم کا بدلہ لیں گے یا خود مر جائیں گے۔ اس پر حضرت حسین ؓ نے فرمایا "تمہارے بغیر میں بھی جی کر کیا کروں گا۔" یہ کہہ کر آگے چل پڑے۔(۹) جب یہاں سے آگے بڑھے تو ابن زیاد کا گھوڑ سوار دستہ سامنے نظر آگیا جو قادسیہ میں متعین تھا، اس کو دیکھ کر آپ نے اپنا رخ قادسیہ اور کوفہ سے ہٹا کر کربلا کی طرف کردیا، یہاں نزول فرما کر آپ نے اپنے خیمے لگوائے، اس وقت آپ کے ساتھی پینتالیس (۴۵) سوار اور سو (۱۰۰) پیادے تھے۔[10]

تمام تاریخیں اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت حسین ؓ جب کربلا پہونچے تو گورنر کوفہ ابن زیاد نے عمر بن سعد کو مجبور کر کے آپ کے مقابلہ کے لئے بھیجا، عمر بن سعد نے آپ کی خدمت میں حاضر ہوکر آپ سے گفتگو کی، متعدد تاریخی روایتیں یہ بتلاتی ہیں کہ حضرت حسین ؓ نے ان کے سامنے تین شرطیں رکھیں۔ انہوں نے کہا "میری تین شرطوں میں سے کوئی ایک قبول کرلو ❶ میں جہاں سے آیا ہوں وہاں واپس ہوجانے دو۔ ❷ یا مجھے براہِ راست یزید کے پاس چلے جانے دو تا کہ میں اس کے ہاتھوں میں اپنا ہاتھ دے سکو (یعنی بیعت کرلوں) ❸ یا مجھے سرحدوں کی طرف جہاں میدانِ جہاد گرم ہے نکل جاؤں۔[11]

عمر بن سعد نے حضرت حسین ؓ کی یہ تجاویز قبول کر کے ابن زیاد کو اطلاع بھیجی مگر وہاں سے جواب آیا کہ نہیں بلکہ انہیں پہلے میرے ہاتھ میں ہاتھ رکھنا ہوگا، اس پر حضرت حسین ؓ نے کہا: "نہیں قسم اللہ کی! ایسا کبھی نہیں ہوگا۔" (۱۲) ابن زیاد کی یہ خواہش تھی کہ حضرت حسین ؓ یزید کے لئے پہلے اس کے ہاتھ پر بیعت کرلیں، پھر وہ اپنے اہتمام سے ان کو یزید کے پاس بھیجے گا۔ چنانچہ حضرت حسین ؓ نے اس کی شرط کو مسترد کردیا جس پر لڑائی چھڑ گئی اور اس میں تمام رفقاءِ حسین شہید ہوئے اور حضرت حسین ؓ کی بھی مظلومانہ شہادت کا حادثۂ فاجعہ پیش آگیا "اِنَّ لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ" "یہ واقعہ دس محرم الحرام ۶۱ھ کا ہے۔"[13]

<u>پانی کی بوند کے لیے ترسنا</u>: کربلا کے واقعات بیان کرنے والے اس بات کو بھی بیان کرتے ہیں کہ حسینی قافلہ میدانِ کربلا میں پانی کی بوند کے لئے ترستا رہ گیا، ان کے لئے پانی بالکل بند کردیا گیا، بعض تاریخی روایتوں میں پانی کی یہ بندش ۷ محرم الحرام سے بتائی گئی ہے، لیکن بعض محققین کی یہ رائے ہے کہ حسینی قافلہ دس محرم کو کربلا پہنچا اور اسی دن آناً فاناً جنگ اور شہادت کا یہ دلدوز واقعہ پیش آگیا، بعض روایتوں میں یہ بھی ہے کہ حضرت حسین ؓ کے ساتھیوں نے جنگ سے پہلے غسل کیا اور عطرِ مُشک لگایا۔ نیز یہ بھی حقیقت ہے کہ میدانِ کربلا دریائے فرات کے کنارے واقع تھا، یہاں پانی زمین کی سطح سے اتنا قریب تھا کہ تھوڑی سی زمین کھودو اور پانی لے لو۔ معجم البلدان میں یاقوت حموی نے کربلا کے ذیل میں یہ صراحت کی ہے کہ کربلا کی زمین سرسبز و شاداب تھی، لہٰذا قافلہ کا پانی کی بوند کے لیے ترسنا کوئی حقیقت نہیں بلکہ محض ایک افسانہ ہے۔

<u>خواتین کی بے حرمتی</u>: خواتین کی بے حرمتی کے سلسلے میں جو روایتیں موجود ہیں وہ روایت و درایت ہر دو اعتبار سے غلط بلکہ ناقابلِ قبول اور ناقابلِ اعتبار ہیں۔ اس واقعہ کا راوی حمید بن مسلم ہے جس کے سلسلے میں آئمہ رجال کا متفقہ فیصلہ ہے کہ وہ جھوٹا اور افسانہ تراش ہے۔

<u>شہادتِ حسین اور یزید</u>: ابن زیاد نے حضرت حسین ؓ کی شہادت کی خبر اور ان کے اہلِ خانہ کو ایک آدمی کے ساتھ یزیدؒ کی خدمت میں بھیجا، واقعۂ کربلا کی کہانی سننے کے بعد حضرت یزید کی جو کیفیت ہوئی، تاریخ میں اسے ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے: "واقعے کی خبر سن کر یزید کی آنکھیں بھر آئیں اور انہوں نے کہا "اے ابن زیاد میں تو قتلِ حسین کے بغیر بھی تم سے راضی رہتا۔ اللہ ابن سمیہ (ابن زیاد) کو غارت کرے، قسم اللہ کی! اگر میں اس کی جگہ ہوتا تو حسین سے درگزر ہی سے کام لیتا، اللہ حسین پر رحم کرے اور پھر اس آدمی کو کوئی انعام اور صلہ نہ دیا۔[14]

<u>نوشتۂ تقدیر</u>: شہادتِ حسین ؓ دراصل نوشتۂ تقدیر تھا جو پورا ہوا، ورنہ حضرت حسین ؓ کو بزرگ ترین صحابہ نے بیک زبان ہوکر سمجھایا کہ آپ عراق کا قصد نہ کریں، یہ غداروں اور دھوکہ بازوں کی سرزمین ہے، راستہ میں مسلم بن عقیل کی خبر ملتی ہے اور کوفہ کے لوگوں کی غداری کا پردہ فاش ہوجاتا ہے پھر بھی آپ واپس نہیں ہوتے، میدانِ کربلا میں پہنچ کر مصالحت کی بات آتی ہے۔ ممکن تھا کہ اگر حضرت یزیدؒ کے دربار میں پہنچ جاتے تو "صلح حسن" کا نقشہ سامنے آجاتا لیکن ایسا کچھ بھی نہیں ہوا، ابن زیاد نے آپ کی تینوں پیش کشیں رد کردیں اور کاتبِ تقدیر کے ہاتھوں جو رقم ہوچکا تھا، وہ وجود میں آکر رہا۔

<u>حضرت حسین ؓ کے اہلِ خانہ کے ساتھ یزید کا رویہ</u>: کئی معتبر تاریخی روایتیں اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت یزید نے حسین ؓ کے اہلِ خانہ کے ساتھ نہایت ادب و احترام کا معاملہ کیا، یزید کے محل میں شہادتِ حسین پر کافی افسوس اور تکلیف کا اظہار کیا گیا۔ حضرت یزید نے ان کی خدمت میں یہ پیش کش کی کہ اگر آپ لوگ دمشق ہی میں رہنا چاہتے ہوں تو یہاں آپ لوگوں کے لیے میرا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ آپ کی ساری ضروریات یہاں پوری کی جائیں گی۔ حضرت حسین ؓ کے اہلِ خانہ کی جانب سے ہر پیش کش مسترد کردینے کے بعد حضرت یزید نے انہیں عطیات و تحائف دیکر باعزت مدینہ رخصت کیا اور ان کی ہر قسم کی ضرورتوں کو پورا کرنے کا وعدہ کیا۔

صحیح دینی معلومات کے لئے "توحید پبلیکیشنز" کی مطبوعات کا مطالعہ کیجئے

http://www.mohammedmunirqamar.com

ایک معتدل رائے: واقعہ کربلا کا تاریخی پس منظر بیان کر دینے کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ذیل میں حسین و یزید کے سلسلے میں شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کی اعتدال پر مبنی رائے پیش کر دی جائے، تاکہ واقعہ کا صحیح رخ سامنے آجائے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ اپنی مشہور و معروف کتاب "منہاج السنۃ" میں رقمطراز ہیں "حضرت یزیدؒ کے سلسلے میں لوگوں کے تین گروہ ہیں، ایک کا اعتقاد ہے کہ یزید صحابی بلکہ خلفاء راشدین میں سے بلکہ انبیاء کرام کے قبیل سے تھا، اس کے برعکس ایک دوسرا گروہ کہتا ہے کہ وہ کافر اور بدباطن منافق تھا، اس کے دل میں بنو ہاشم اور اہل مدینہ سے اپنے ان کافر اعزاء و اقارب کا بدلہ لینے کا جذبہ تھا جو جنگِ بدر وغیرہ میں مسلمانوں کے ہاتھوں مارے گئے تھے۔ چنانچہ یہ لوگ کچھ اشعار اس کی دلیل میں اس کی طرف منسوب کرتے ہیں، لیکن یہ دونوں قول ایسے غلط اور بے بنیاد ہیں کہ ہر سمجھدار اس کا بخوبی اندازہ کر سکتا ہے۔ یزید حقیقت میں ایک مسلمان فرمانروا اور بادشاہانہ خلافت والے خلفاء میں سے ایک خلیفہ تھا نہ وہ صحابی یا نبی تھا اور نہ ہی کافر و منافق"۔

آپ حضرت حسین و یزید کے قصے کا تذکرہ کرتے ہوئے مزید فرماتے ہیں:

"ایک مجہول السند روایت میں بیان کیا گیا ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر یزید کے سامنے لا کر رکھا گیا تو اس نے آپ کے دندان کو اپنی چھڑی سے ٹھوکا دیا" یہ روایت نہ صرف یہ کہ از روئے سند ثابت نہیں بلکہ اس کے مضمون ہی میں اس کے جھوٹے ہونے کا ثبوت ہے۔ اس میں جن صحابہ کی موجودگی اس وقت یزید کے پاس بتائی گئی ہے کہ (انہوں نے یزید کی اس حرکت پر ٹوکا تھا) وہ شام میں نہیں بلکہ عراق میں رہتے تھے۔ اور اس روایت کے برعکس متعدد لوگوں کی روایت ہے کہ یزید نے نہ قتلِ حسین کا حکم دیا تھا نہ اس کا یہ مقصد تھا بلکہ وہ تو اپنے والد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وصیت کے مطابق آپ کا اعزاز و اکرام ہی پسند کرتا تھا، البتہ اس کی یہ خواہش تھی کہ آپ اس کی حکومت کے خلاف کسی قسم کے اقدام سے باز آجائیں۔ اور جو روایتیں بیان کی جاتی ہیں کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے گھرانے کی خواتین کو باندی اور قیدی بنا کر شہر شہر گھمایا گیا تو اللہ کا شکر ہے کہ مسلمانوں نے کبھی کسی ہاشمی خاتون کو باندی نہیں بنایا۔ عام امتِ مسلمہ تو کیا خود بنی امیہ میں ہاشمی خواتین کی تعظیم کا یہ حال تھا کہ حجاج بن یوسف نے عبد اللہ بن جعفر کی بیٹی سے شادی کر لی تھی تو خاندانِ بنو امیہ اس قدر برہم ہوا کہ دونوں کی علیحدگی کرائے بغیر نہ رہے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ تو بلاشبہ اسی طرح مظلوم شہید ہوئے جس طرح اور بہت سے صالحین ظالم و قاہر کے ہاتھوں جام شہادت پی چکے تھے۔ لاریب حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی معصیت اور نافرمانی ہے۔ اس گناہ سے وہ تمام آلودہ ہیں جنہوں نے آپ کو اپنے ہاتھ سے قتل کیا یا قتل میں مدد کی یا قتل کو پسند کیا۔ شہادتِ حسین اگرچہ امت کے لئے بہت بڑی مصیبت ہے لیکن خود حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے حق میں ہرگز مصیبت نہیں، بلکہ شہادت عزت اور علو منزلت ہے۔ یہ سعادت بغیر مصائب و مشکلات میں پڑے حاصل نہیں ہو سکتی، چونکہ نبی کریم ﷺ کے دونوں نواسے (حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما) گہوارۂ اسلام میں پیدا ہوئے، امن و امان کی گود میں پلے اور ہولناک مصائب سے دور رہے جن کے طوفانوں میں ان کے اہل بیت مردانہ وار تیرتے پھرتے تھے، اس لئے شہداء خوش بخت کے اعلیٰ درجات تک پہنچنے کے لئے انہیں کٹھن مرحلے سے گزرنا ضروری تھا چنانچہ دونوں گزر گئے ایک کو زہر دیا گیا اور دوسرے کو قتل کیا گیا"۔ (۱۵)

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کی اس وضاحت کے بعد ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ حضرت یزیدؒ پر طعن و تشنیع اور سب و شتم کرنا اور انہیں کافر و منافق قرار دینا کسی بھی اعتبار سے درست نہیں ہے بلکہ انہیں ایک مؤمن سمجھ کر ان سے حسن ظن رکھنا اور ان کی خطاؤں اور لغزشوں کی بخشش کے لیئے اللہ سے دعائیں کرنا ایک مؤمن اور مسلمان کا فرض ہے۔ اس لیئے کہ آنحضرت ﷺ نے بھی آپ کی مغفرت کی بشارت دی ہے۔ صحیح بخاری کی روایت میں یہ صراحت ہے کہ غزوۂ قسطنطنیہ میں شریک ہونے والے لوگ مغفور ہیں (۱۶) اور مسند احمد میں یہ وضاحت بھی موجود ہے: "اِنَّ یَزِیْدَ بْنَ مُعَاوِیَۃَ کَانَ اَمِیْراً عَلَی الْجَیْشِ الَّذِیْ غَزَا فِیْہِ اَبُوْ اَیُّوْب" (۱۷) "اس لشکر کے امیر جس میں ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ بھی شریک تھے، یزید بن معاویہ تھے۔ اسی طرح قدیم تاریخیں بھی اس بات پر متفق ہیں کہ غزوۂ قسطنطنیہ کے امیر یزید تھے۔ جہاں تک حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سوال ہے تو ان کے فضل و مرتبہ کا کوئی بھی مؤمن انکار نہیں کر سکتا۔ البتہ یزید کے خلاف انکا اقدام ان کی اجتہادی غلطی تھی، پوری امتِ مسلمہ اور خاص و عام سوائے چند صحابۂ کرام کے یزیدؒ کی بیعت میں داخل ہو گئے تھے اور اس سے اس مخالفت کے وقت کسی ایسے ظلم و جور کا صدور نہیں ہوا تھا جو اسکے خلاف بغاوت و خروج کو جائز قرار دے۔

تمام امتِ مسلمہ کی یہ ذمہ داری ہے کہ حضرت حسین و یزید کے مسئلے میں افراط و تفریط سے بچتے ہوئے معتدل راہ اپنائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حق کو پہچاننے کی توفیق دے۔ (آمین)

مراجع و مصادر:

(۱) مجاہدِ اعظم از شاکر حسین، ص: ۸۰ تا ۸۷، بحوالہ: آؤ حرم کی حقیقت تلاش کریں، از ظہور احمد قریشی، ص: ۳۲ (۲) تاریخ طبری: ۵/۳۲۹، ۳۳۰۔ (۳) تاریخ طبری: ۵/۳۳۱۔
(۴) تاریخ طبری: ۵/۳۵۲۔ (۵) تاریخ طبری: ۵/۳۵۵، ۳۵۶۔ البدایہ والنہایہ لابن کثیر: ۷/۱۰۲ (۶) الکامل فی التاریخ / ابن اثیر: ۳/۲۸۲، و طبری: ۵/۳۵۹۔
(۷) تاریخ طبری: ۵/۳۶۲، و ابن اثیر: ۳/۲۶۹ (۸) تاریخ طبری: ۵/۳۷۵۔ (۹) تاریخ طبری: ۵/۳۷۹ (۱۰) تاریخ طبری: ۵/۳۸۸۔
(۱۱) الاصابہ: ۱/۲۷۰، تاریخ طبری: ۵/۳۸۹۔ (۱۲) تاریخ طبری: ۵/۳۸۹۔ (۱۳) البدایہ والنہایہ: ۸/۲۰۷، والکامل لابن اثیر: ۳/۲۸۳۔
(۱۴) تاریخ طبری: ۵/۴۰۶۔ (۱۵) دیکھئے: منہاج السنہ جلد: ۲، صفحہ ۲۴۹ تا ۲۵۰۔ (۱۶) البخاری، الجہاد، حدیث نمبر: ۲۹۲۴۔ (۱۷) مسند احمد بن حنبل: ۵/۲۱۶

صحیح دینی معلومات کے لئے "توحید پبلیکیشنز" کی مطبوعات کا مطالعہ کیجئے